اگر مغرب اب تک زندہ اور طاقتور ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں میں قومی سیاسی شعور اور فعال احساس شہریت موجود ہے۔ وہاں شاذ و نادر ہی کسی کی اپنے ملک سے وفاداری کی خلاف ورزی یا قومی مفادات پر ذاتی اغراض کو ترجیح دینے کی خبریں سننے میں آتی ہیں، اس کے برعکس مسلم ممالک کے لیڈر اپنے عوام کی قسمتوں کا سودا کر کے بے کھٹکے جا سکتے ہیں۔ اور عوام بدستور ان کے حلقہ بگوش رہیں گے۔ اور ان کے حق میں نعرے لگائیں گے۔ یہ اس لئے کہ مسلمانوں کا طریقۂ فکر جامد ہو چکا ہے۔ اور ان کا سماجی شعور بالکل مردہ ہے۔"

زیر نظر کتاب میں اسلام سے قبل کی دنیا کے مفاسد کا بڑا واضح بیان ہے۔ اسلام نے جو اعلیٰ اخلاق کے حامل افراد اور گروہ پیدا کئے ان کا بھی اثر انگیز ذکر ہے۔ اور آج یورپ کا سماج جن بدعنوانیوں کا مرتکب ہے، انہیں بھی بڑی عمدگی سے پیش کیا لیکن مسلمانوں کا طریقۂ فکر جو بقول مصنف کے جامد ہو چکا ہے اس کا جمود کس طرح ٹوٹے، اور مسلمان عوام کا سماجی شعور جو خود مصنف کے نزدیک بالکل مردہ ہے، اس میں کیسے جان پڑے، موصوف نے اس ضمن میں کوئی رہنمائی نہیں کی۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب نے یہ کتاب بڑے خلوص اور دل سوزی سے لکھی ہے، اس لئے اسے پڑھ کر آدمی بڑا متاثر ہوتا ہے۔ کتاب کی یہ خوبی اسکے انگریزی ترجمے میں بھی بدرجہ اولےٰ موجود ہے۔ اگر مولانا موصوف ان مباحث کو بھی جن کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے، شامل کر لیتے تو کتاب کی تاثیر اور افادیت اور بھی بڑھ جاتی۔

ضخامت ۱۱۶ صفحے، کاغذ اور طباعت اوسط سے بہتر، اور قیمت چار روپے ہے
ملنے کا پتہ۔ القادر۔ الم، ایمپرس روڈ۔ لاہور۔ ۵

تذکرہ اولیائے لاہور

مولانا محمد وارث کامل
جن کا افسوس ہے پچھلے دنوں انتقال ہو گیا

زیر نظر کتاب کے مصنف ہیں، مرحوم ایک صاحب علم ادیب اور ممتاز انشا پرداز تھے۔ اور علوم دینی کے ساتھ ساتھ تصوف سے بھی انہیں غیر معمولی شغف تھا۔ آپ نے اس کتاب میں

۱۲۰ صوفیاء و اولیاء کے جن کا ایک ہزار سال سے کچھ زیادہ عرصے تک سرزمین لاہور سے تعلق رہا ہے، حالات جمع کئے ہیں۔ اس لحاظ سے زیر نظر کتاب ان دو کتابوں سے جو اسی موضوع پر انہی دنوں شائع ہوئی ہیں، جامع تر ہے اور اس میں ان سے کہیں زیادہ اولیائے کرام کے حالات آگئے ہیں۔

کتاب کے شروع میں لفٹیننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید کا مقدمہ ہے، موصوف نے ایک جگہ بالکل صحیح لکھا ہے۔

"لائق مصنف نے جگہ جگہ اولیاء اللہ کی کشف و کرامات کا ذکر کیا ہے یہ ایک ایسی بات ہے جس پر خود کبھی صاحب کشف نے زور نہیں دیا۔ اور ہمیں سزاوار نہیں کہ ہم بھی ان کو بے جا اہمیت دیں"

اتفاق سے کشف و کرامات کے ساتھ ضرورت سے زیادہ عقیدت ہمیشہ سے انسان کی کمزوری رہی ہے کیونکہ جیسا کہ خواجہ صاحب نے لکھا ہے۔ "انسان کا قاعدہ ہے کہ وہ محیر العقول حادثات کا متلاشی رہتا ہے۔ ان کو ان میں ایک عجیب قسم کی دلچسپی محسوس ہوتی ہے۔ اور وہ ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑ جاتا ہے" حالانکہ بقول ان کے "ایسی باتوں کی طرف توجہ نہیں دینا چاہیئے اصل بات جو ہے وہ ان کی تعلیمات ہیں اور اگر یہی انسان میں تغیر پیدا کر دیں تو یہ ان کا سب سے بڑا معجزہ ہے"

عجیب بات یہ ہے کہ اس کتاب میں اولیاء کی کشف و کرامات ہی کا زیادہ ذکر ہے اور ہمارے خیال میں مصنف مرحوم اس بارے میں معذور بھی تھے کیونکہ ان بزرگوں کے جو بھی سوانح حیات کتابی شکل میں ملتے ہیں ان میں تمام تر زور ان کی کشف و کرامات پر ہوتا ہے۔ اور اس موضوع پر کوئی بھی لکھنے والا انہیں نظر انداز نہیں کر سکتا۔ تذکرہ اولیائے لاہور کی یہ خصوصیت خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ اس کے ۷۳۴ صفحات میں ہمیں برصغیر کے شمال کے ایک اہم مرکز کی ایک ہزار سال کی روحانی تاریخ کا ایک مختصر سا خاکہ مل جاتا ہے۔

مصنف مرحوم نے "افتتاحیہ" میں تصوف کے موضوع پر مبسوط بحث کی ہے۔ اس ضمن میں آپ نے امام غزالیؒ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔ "امام غزالی نے یہ حقیقت واضح کی کہ توحید ذات کا صحیح تصور تصوف کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ آپ نے شریعت و طریقت کے ڈانڈے ملا دیئے .... فرماتے ہیں کہ

ایمان کا پہلا درجہ وہ ہے جس کے ذیل میں عوام آتے ہیں یعنی وہ عوام جن کے معتقدات کا دار ومدار محض تقلید پر ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرے درجے میں وہ علما آتے ہیں، جو دلائل و براہین کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔

۳۔ تیسرے درجے میں وہ ارباب حق شمار ہوتے ہیں، جو بلا کسی واسطے کے خدا کی ذات وصفات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

مصنف مرحوم نے مطالب کو دلچسپ بنانے کے لئے شاعری سے کافی کام لیا ہے چنانچہ مادھو لال حسین کے ذکر میں عشق کے باب میں مرزا داغ کے اشعار نقل کئے ہیں۔ اور حضرت داتا گنج بخش اور حضرت میاں میر کا بیان کرتے ہوئے علامہ اقبال نے ان بزرگوں کے بارے میں جو اشعار کہے تھے وہ بھی درج ہیں اس طرح یہ کتاب بڑی جاذب توجہ ہو گئی ہے۔ لیکن شروع سے لے کر آخر تک اس میں کتابت کی جو فاش غلطیاں ہیں، وہ بہت کھٹکتی ہیں مصنف نے صفحہ ۱۳۷ پر حضرت میاں میر صاحب کے ضمن میں مرہٹوں کی سرکوبی" کا ذکر کیا ہے، واقعہ یہ ہے اس وقت تک اس فتنے نے سر نہیں اٹھایا تھا۔ اس لئے اقبال کے شعر "در دکن ہنگامہ ہا بسیار دار" کا اشارہ مرہٹوں کی طرف نہیں ہو سکتا۔

کتاب مجلد ہے۔ قیمت چھ روپے

ناشر مکتبہ ماحول ۹۔ بہادر شاہ مارکیٹ بندر روڈ کراچی

برگ نوخیز

(اردو زبان میں سانیٹ کا پہلا مجموعہ)

برصغیر پاک وہند کے انتہائی جنوب مدراس میں "دار التصنیف" کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ ہے، جس نے تمنائی عزیز کے سانیٹوں کا زیر نظر مجموعہ اس قدر خوبصورت اور دل آویز طریقے سے چھاپا ہے کہ ہر شاعر اور ادیب اس پر رشک کرے گا اردو ٹائپ، طباعت، کاغذ اور جلد غرض ہر چیز اعلیٰ حسن ذوق کا ایک نمونہ ہے، اور جہاں تک اس مجموعے کے مواد شاعری کا تعلق ہے وہ بھی کچھ کم دل کو موہنے اور دماغ کو متاثر کرنے والا نہیں۔

اس سے پہلے اسی دار التصنیف مدراس نے "خانوادۂ قاضی بدر الدولہ" کے نام سے جناب